الله اكبر
الله اكبر
لا اله الا الله
والله اكبر
الله اكبر
ولله الحمد

فضائل عشرۂ ذوالحجہ
اور
احکام و مسائل
عیدالاضحیٰ



تالیف

حافظ صلاح الدین یوسف

دار السلام
DARUSSALAM

www.irpck.com

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

فہرست مضامین

عرض ناشر

کفر و شرک اور جہالت و بدعات کی تاریکی میں بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے ہر دور میں امت کے علماء کرام نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور بنی نوع انسان کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے تالیف و تصنیف اور دعوت و تبلیغ کے ذریعے سے اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ انہی علماء کرام میں سے مشہور مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ ہیں جنہوں نے پیش نظر رسالہ کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر فرمایا۔ اس رسالے میں حقیقت عیدالاضحیٰ کے علاوہ عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت اور عیدالاضحیٰ کے احکام و مسائل کو نہایت سلجھے ہوئے اور علمی انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ کتاب و سنت پر عمل کر کے ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بن جائیں۔

قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ مؤلف اور دارالسلام کے ذمہ داران کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں اور ان کو بھی جنہوں نے کسی انداز سے بھی اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کی توفیق بخشے اور مزید نیک کام کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالمالک مجاہد
مدیر: "دارالسلام" الریاض - لاہور

ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ - فروری ۲۰۰۱ء

اطاعت و قربانی کے دو نمونوں کی سالانہ تجدید

مسلمانوں کے لئے دو عیدیں یعنی دو ملی تقریبات مقرر کی گئی ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ گویا عید الاضحیٰ مسلمانوں کا دوسرا ملی تہوار ہے۔ آج سے ہزاروں سال قبل اس روز اللہ کے ایک بندے نے جذبۂ ایثار و قربانی کی ایسی نادر مثال پیش کی تھی جو اللہ تعالیٰ کو اتنی بھائی کہ اسے قیامت تک کے لئے زندۂ جاوید کر دیا گیا۔ عید قربان اللہ کے اسی بندے کے جذبۂ ایثار کی یادگار ہے۔ اللہ کے اس بندے نے خواب میں اپنے کو اپنے نور نظر اور لخت جگر کے حلقوم نازک پر چھری پھیرتے دیکھا۔ یہ خواب عام انسانوں کا خواب نہیں تھا جسے خیالات پریشاں کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا' یہ ایسے شخص کا خواب تھا جو شرف نبوت سے سرفراز تھا اور نبی کا خواب بھی وحی کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے بغیر کسی ادنیٰ تامل اور ہچکچاہٹ کے اس فریضے کی ادائیگی پر کمربستہ ہو گئے۔ جس کی نشاندہی خواب میں کرائی گئی تھی۔ بیٹے سے کہا

﴿إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي ٱلۡمَنَامِ أَنِّيٓ أَذۡبَحُكَ فَٱنظُرۡ مَاذَا تَرَىٰۚ﴾

(الصافات۳۷/ ۱۰۲)

"میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہا ہوں، بتلا! تیرا کیا خیال ہے؟"

سعادت مند بیٹے نے جواب دیا

﴿يَٰٓأَبَتِ ٱفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِىٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٠٢﴾﴾ (الصافات ۳۷/ ۱۰۲)

"ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے کر گزریئے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔"

باپ نے بیٹے کو ساتھ لیا اور ایک مقام پر جا کر فی الواقع لخت جگر کو ذبح کرنے کے لئے چھری ہاتھ میں لے لی اور بیٹے کو کروٹ کے بل زمین پر لٹا دیا۔

﴿وَتَلَّهُۥ لِلْجَبِينِ ﴿١٠٣﴾﴾ (الصافات ۳۷/ ۱۰۳)

چھری اپنا کام کیا ہی چاہتی تھی کہ رحمت حق جوش میں آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی ادائیگی کے جذبے سے سرشار اللہ کے اس بندے نے جب چھری پھیرنے کے بعد دیکھا تو ذبیحہ لخت جگر کی بجائے ایک جانور تھا۔

﴿وَفَدَيْنَٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴿١٠٧﴾﴾ (الصافات ۳۷/ ۱۰۷)

"اور ہم نے بدلے میں دیا اس کو ایک بڑا ذبیحہ۔"

اللہ کے اس خاص بندے کا یہ جذبہ اطاعت و ایثار بارگاہ صمدیت میں مقبول و محبوب قرار پایا۔

﴿ وَنَادَيْنَٰهُ أَن يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ ٱلرُّءْيَآ ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ ﴾ (الصافات۳۷/ ۱۰۴ـ۱۰۵)

"اور ہم نے پکارا اسے کہ اے ابراہیم تحقیق تو نے سچ کر دکھایا خواب کو۔ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیکو کاروں کو۔"

یہ تھے سیدنا حضرت ابراہیم اور ان کے سعادت مند بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام

عیدالاضحیٰ میں لاکھوں جانوروں کا خاک و خون میں تڑپنا اسی واقعے کی یادگار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے شعار ملت بنا دیا ہے۔

اسلام صرف رسمی طریقوں سے یادگار منانے کا قائل ہے نہ وہ ان مواقع پر اخلاق و شرافت کے ان حدود کو پھاند جانے کی اجازت دیتا ہے جو ایسے تہواروں کے موقع پر دوسرے غیر صحیح مذاہب و اقوام میں عام طور پر مشاہدے میں آتا ہے اسلام نے اس واقعے کی یادگار کے طور پر جو ہر سال قربانی کا حکم دیا ہے اس سے اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس واقعے میں جو جذبہ اور روح کار فرما ہے اس کی سال بہ سال تجدید ہوتی رہے اور مسلمان اس جذبے اور روح سے ہر وقت سرشار رہیں۔

آیئے ایک لمحے کے لئے اس جذبہ و روح کو چشم تصور سے ملاحظہ کریں جو اس عظیم واقعے کے اندر کار فرما تھی۔

سیدنا ابراہیم ملاءاعلیٰ سے تعلق رکھنے والے نوری وجود نہ تھے بلکہ اسی مشت

خاک کے بنے ہوئے پیکر خاکی (انسان) تھے۔ ان کے پہلو میں بھی وہ مضغہ' گوشت تھا جسے دل کہا جاتا ہے جس میں اولاد کی بے پناہ محبت موجزن رہتی ہے اور اولاد کی ذرا سی تکلیف پر ہروقت آمادۂ گریاں۔ پھر یہ اولاد بھی عام اولادوں کی طرح نہ تھی بلکہ عمر بھر کی آہ سحر گاہی اور نالہ ہائے نیم شبی کے بعد بڑھاپے کی اولاد تھی۔ جس سے فطرتاً محبت بھی شدید تر ہوتی ہے۔ بڑے چاؤ اور ارمانوں سے اسے پال رہے تھے' اس پر مستزاد یہ واقعہ کہ حضرت اسمٰعیل نے ابھی زندگی کی چند بہاریں ہی دیکھی تھیں' ان کی حیثیت گل نودمیدہ کی سی تھی جس پر اپنے تو اپنے' بیگانے بھی نقد دل و جان گنوا بیٹھتے ہیں۔ پھر اس عمر میں وہ کیا کیا ولولے اور منصوبے ہوں گے جو والدین کے دل میں صاحبزادے کے لئے اور خود بیٹے کے دل میں اپنے لئے پیدا ہوتے ہوں گے؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ امتحان لینے کی کوشش کی گئی کہ باپ بیٹوں کے دلوں میں میری محبت زیادہ ہے یا دنیاوی تعلقات و آسائش کی تو دونوں نے دنیاوی آسائشوں سے دامن جھٹک کر اطاعت و انقیاد اور محبت الٰہی کا بے مثال ثبوت پیش کر دیا۔ اس آزمائش میں باپ کا محبت بھرا دل کانپا' نہ بوڑھے اور کمزور ہاتھوں میں لرزہ پیدا ہوا۔ اسی طرح اللہ کی محبت اور والدین کی اطاعت سے سرشار بیٹے نے سکون اور آرام سے باپ کے اشارے پر اپنی جان کا نذرانہ اللہ کے حضور پیش کر دیا۔

گویا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے محبت الٰہی کا بے مثال نمونہ پیش کیا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے والدین کی اطاعت کیشی و نیازمندی کا۔

کیا انسانی تاریخ محبت الٰہی اور ایثار و قربانی کی اس سے بہتر مثال پیش کر سکتی ہے؟

اور کیا والدین کے احترام و اجلال اور اطاعت کیشی کی کوئی نظیر اس سے بہتر مل سکتی ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پیش کی؟

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام دراصل زندگی کے دو نمونے ہیں۔ ایک نمونے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اللہ کی محبت کے تقاضے کیا ہیں؟ اور محبت الٰہی کے جذبے سے سرشار انسان ان تقاضوں سے کس طرح عہدہ برآ ہوتا ہے۔ دوسرے نمونے سے یہ پہلو نمایاں ہے کہ ایک صالح معاشرے میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کے حدود کیا ہیں؟

یہی وہ دو حقیقتیں ہیں جن پر قرآن نے ایک اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ہر مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت و وحدانیت کے ساتھ والدین کی اطاعت اور ان سے حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَـٰنًا ﴾

(اسرائیل ۱۷/ ۲۳)

"اور فیصلہ کر دیا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو مگر اس کی اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔"

سورۂ نساء میں فرمایا:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾

(النساء٤/ ٣٦)

''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔''

سورۂ بقرہ میں بنو اسرائیل سے جس معاہدے کا ذکر ہے اس میں بھی الٰہ واحد کی عبادت کے بعد جس چیز کا حکم انہیں دیا گیا تھا۔ وہ یہی والدین سے حسن سلوک کا تھا جس کا اولین تقاضا اطاعت والدین ہے۔

﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (البقرۃ٢/ ٨٣)

''(یاد کرو اس وقت کو) اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان سے پیش آنا۔''

الغرض الٰہ واحد کی عبادت کے بعد والدین سے حسن سلوک اور ان کی اطاعت کیشی کو ضروری قرار دے کر اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ربوبیت کبریٰ کے تقاضے اسی وقت پورے ہو سکتے ہیں جب ربوبیت صغریٰ کے تقاضوں کو سمجھا جائے۔ جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ والدین کس محنت و محبت

سے اور کتنے ایثار کے ساتھ اپنا خون جگر پلا پلا کر اولاد کو پروان چڑھاتے ہیں اور بچپن سے لے کر جوانی تک کے دشوار گزار مراحل کو وہ کس طرح طے کرتے ہیں؟ ایسے احسان ناشناس لوگ اس حقیقت کے عرفان سے بھی قاصر رہتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں خلعت وجود سے نواز کر ہم پر کتنا بڑا کرم کیا ہے؟

عید قربان محبت الٰہی اور اطاعت والدین کے ان نمونوں کو دہراتی ہے جو سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے آج سے ہزاروں سال قبل پیش کئے تھے اور یہ عید اللہ تعالیٰ کی ویسی ہی محبت اور والدین کے ساتھ اسی طرح کے حسن سلوک اور اطاعت کیشی کا مطالبہ کرتی ہے جو اس کے پس منظر سے نمایاں ہے۔ یہی وہ تقویٰ اور حقیقت ہے جو قربانی سے مقصود ہے ورنہ اللہ کو نہ خون سے کچھ غرض ہے نہ گوشت کی طلب۔

﴿ لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْ ﴾

(الحج ۲۲/ ۳۷)

"اللہ کے ہاں نہ قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون' وہاں کوئی چیز پذیرائی پاتی ہے تو صرف تقویٰ ہے جو اس قربانی سے ابھرتا ہے۔"

لمحہء فکریہ:

اللہ کی راہ میں قربانی کرنے والے والدین کیا اپنے اندر یہ جذبہ پاتے ہیں کہ

اللہ کے حکم کے مقابلے میں اولاد کی محبت ثانوی چیز ہے؟ اور اولاد کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کے حدود توڑنے نہیں چاہئیں؟

جن کے والدین زندہ ہیں' وہ قربانی دیتے وقت ذرا یہ بھی سوچ لیں کہ اس عمل قربانی میں اطاعت والدین اور ان سے حسن سلوک کی جو روح کار فرما ہے' کیا اس کے تقاضے بھی پورے کر رہے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ کے ایک حکم (قربانی) پر عمل کرنے میں تو وہ کوشاں ہوں لیکن اللہ کے دوسرے حکم (اطاعت والدین اور ان سے حسن سلوک) کے معاملے میں وہ مجرمانہ تغافل کا شکار ہوں؟ اگر ایسا ہے تو یقیناً عید الاضحیٰ کا دن ہمارے لئے قابل غور اور لمحہ فکریہ ہے۔

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت اور اس کے مسائل

افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں میں وہ تصورات اور اعمال تو بہت جلد رائج اور مشہور ہو جاتے ہیں جو ایجاد بندہ قسم کے ہوتے ہیں اور جنہیں اصطلاح شریعت میں بدعات سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لیکن جن تصورات و اعمال کی نشاندہی قرآن و حدیث میں کی گئی ہے' ان کا مسلمانوں کو سرے سے علم ہی نہیں ہوتا' عمل تو بہت بعد کی بات ہے۔

جس طرح عشرۂ محرم کے سلسلے میں بدعی تصورات عوام کے ذہنوں میں راسخ ہیں حالانکہ شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں۔ ایک برخود غلط مذہب کے پیروکاروں نے ان تصورات کو رائج کیا اور اپنے مخصوص عقائد و افکار کی اشاعت کے لئے ان ایام کو خاص کر کے کچھ اعمال و رسوم کو ان دنوں میں باعث ثواب گردانا۔ بدقسمتی سے اہل سنت کے جاہل عوام میں بھی یہ شیعی تصورات و اثرات نفوذ کر گئے اور ان میں ایک طبقہ عشرۂ محرم کے سلسلے میں شیعی و بدعی تصورات کا قائل اور عامل ہے۔ حالانکہ شریعت میں عشرۂ محرم کے سلسلے میں کچھ بیان نہیں کیا گیا۔ البتہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھنا حدیث سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں اس کے ساتھ ۹ یا ۱۱ محرم کا روزہ ملانا بھی مستحب ہے'

کیونکہ نبی ﷺ نے اس کی خواہش کی تھی۔ اسی طرح ماہ محرم میں نفلی روزوں کی بھی تاکید ہے۔

ذوالحجہ کے مہینے کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں اسلام کا ایک اہم رکن حج ادا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی ملی تقریب --عید قرباں-- بھی اسی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس مہینے کے پہلے دس دن کی بہت فضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن راتوں کی قسم سورۃ الفجر میں کھائی ہے۔

﴿وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾﴾ (الفجر ۸۹/ ۱-۲)

جمہور مفسرین نے بھی ان سے ذوالحجہ کی دس راتیں مراد لی ہیں۔ جس سے ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کی فضیلت ہی کا اثبات ہوتا ہے۔ لیکن افسوس کہ عوام ان ایام فضیلت و شب ہائے سعادت سے بالعموم بے خبر ہیں۔

بہر حال احادیث نبوی میں عشرۂ ذوالحجہ کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے، وہ حسب ذیل ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق سے نوازے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَا مِنْ أَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هَذِهِ الأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَقَالُوا يَارَسُولَ اللهِ! وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا

رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ»
(بخاري، العيدين، باب فضل العمل في ايام التشريق، ح: ٩٦٩ ۔ سنن الترمذي، الصوم، باب ما جاء في العمل في أيام العشر، ح: ٧٥٧، واللفظ للترمذي)

"جتنا کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں (یعنی ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں) میں پسند ہے' اتنا کسی دن میں پسند نہیں۔" آپ سے پوچھا گیا' یارسول اللہ! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے جواب دیا۔ "ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں' مگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں جان و مال کے ساتھ شہید ہی ہو جائے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ وَلاَ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيهِنَّ مِنْ هٰذِهِ الأَيَّامِ الْعَشْرِ فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ» (مسند احمد، به تحقيق احمد شاكر مصري مرحوم، ٧/ ٤٢: ٢٥)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عمل اتنا باعظمت اور محبوب نہیں' جتنا وہ عمل ہے جو ان دس دنوں میں کیا جائے۔ پس تم ان دنوں میں کثرت سے تہلیل' تکبیر اور تحمید کہو۔"

یعنی: «لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، وَالْحَمْدُ لِلهِ»
کا ورد کرو۔

عشرۂ ذوالحجہ میں کیے گئے عملوں کی فضیلت کی وجہ کیا ہے؟ اس کی بابت علماء نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں، لیکن اس کی اصل حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ ہمیں تو اس فضیلت پر یقین رکھ کر ان دس دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے چاہئیں، کیونکہ یہ فضیلت صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہے۔

عرفے کے روزے کی فضیلت:

ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو یوم عرفہ کہا جاتا ہے۔ اس دن حجاج کرام عرفات میں وقوف کرتے ہیں، یعنی صبح سے لے کر سورج غروب ہونے تک وہاں ٹھہرتے ہیں اور اللہ سے خوب دعائیں کرتے ہیں۔ اس دن وہاں حاجیوں کے لئے روزہ رکھنا غیر مستحب ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ لیکن غیر حاجیوں کے لئے اس دن نہ صرف روزہ رکھنا جائز ہے بلکہ نہایت فضیلت والا عمل ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ» (ترمذي، الصوم، باب ما جاء في فضل الصوم يوم عرفة، ح: ٧٤٩)

"عرفے کے دن روزہ رکھنے سے، مجھے اللہ سے امید ہے کہ، وہ گزشتہ اور

آئندہ (دو سالوں) کے گناہ معاف فرمادے گا۔"

نبی ﷺ کا یہ فرمان' غیر حاجیوں کے لئے ہے' کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا' آپ نے عرفے کے دن روزہ نہیں رکھا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا انہوں نے روزہ نہیں رکھا' حضرت عمر کے ساتھ حج کیا' انہوں نے روزہ نہیں رکھا اور حضرت عثمان کے ساتھ حج کیا' انہوں نے بھی روزہ نہیں رکھا۔ اور میں بھی اس دن (عرفے میں) روزہ نہیں رکھتا' اور نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے روکتا ہوں۔"

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل:

مذکورہ احادیث پر عمل کرتے ہوئے صحابۂ کرام عشرۂ ذوالحجہ میں خوب ذوق و شوق سے اعمال صالحہ اور عبادات و نوافل کا اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا یہ عمل تھا کہ وہ ان دس ایام میں بازار جاتے اور بلند آواز سے تکبیریں پڑھتے' انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تکبیریں پڑھنا شروع کر دیتے۔

«كَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْهُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوْقِ فِي الْأَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِهِمَا» (بخاري، العيدين، باب فضل العمل في أيام التشريق)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ وہ عشرۂ ذوالحجہ میں بسلسلہ اعمال

صالحہ خوب سعی و کوشش کرتے۔

«فَكَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ إِذَا دَخَلَ أَيَّامُ الْعَشْرِ اجْتَهَدَ اجْتِهَادًا شَدِيدًا حَتَّى مَا يَكَادُ يَقْدِرُ عَلَيْهِ» (رواه البيهقي، الترغيب والترهيب، ١٩٨/٢)

تکبیرات کا مسئلہ:

صحیح بخاری کے مذکورہ اثر سے واضح ہے کہ عشرہ ذوالحجہ میں جہاں نیکی کے دوسرے اعمال زیادہ ذوق و شوق اور زیادہ اہتمام سے کئے جائیں' وہاں تکبیرات کا بھی خوب اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں یہ معمول ہے کہ نو (۹) ذوالحجہ کی نماز فجر سے تکبیرات کا آغاز کیا جاتا ہے اور پھر ہر فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ (۱۳) ذوالحجہ کی نماز عصر تک چلتا ہے۔ اور یہ تکبیرات بایں الفاظ پڑھی جاتی ہیں۔

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ»

یہ معمول اور الفاظ تکبیرات' سنن دار قطنی (کتاب العیدین) کی ایک روایت میں بیان ہوئے ہیں' لیکن یہ روایت ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں۔ تاہم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے ایک صحیح اثر سے یہ بات ثابت ہے کہ عرفے کی صبح سے ایام تشریق کے آخر تک تکبیرات پڑھی

جائیں (فتح الباری) اس لئے تکبیرات بھی سارے ہی عشرے میں (۱۳) ذوالحجہ کے عصر کے وقت تک پڑھی جائیں اور صرف نمازوں کے بعد ہی نہیں، بلکہ دیگر اوقات میں بھی ان کا اہتمام کیا جائے، اس طرح تکبیرات کے مذکورہ الفاظ بھی اگرچہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں، لیکن حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول اثر سے یہ ثابت ہیں۔ اس لئے یہ بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔ البتہ حافظ ابن حجر نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے منقول الفاظ:

«اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا»

کو صحیح ترین قرار دیا ہے۔ (فتح الباری' العیدین' باب التکبیر ایام منی۔ ج: ۲' ص :۵۹۵' طبع دارالسلام' الریاض)

قربانی کی نیت رکھنے والا عشرۂ ذوالحجہ میں حجامت وغیرہ نہ کروائے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحَجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ»(صحيح مسلم، الاضاحي، باب نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة وهو يريد التضحية أن يأخذ من شعره... ح:١٩٧٧)

"جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔"

اس حدیث سے اس بات کی تاکید معلوم ہوتی ہے کہ قربانی کی نیت رکھنے والے شخص کو حجامت کروانے اور ناخن تراشنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے قربانی کی عدم استطاعت کا ذکر کیا' تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم دس (۱۰) ذوالحجہ کو اپنے بال بنوالینا' ناخن تراش لینا' مونچھیں کٹوا لینا اور زیرِ ناف کے بال صاف کر لینا' یہی عنداللہ تمہاری قربانی ہے۔ (سنن ابی داؤد' کتاب الضحایا' رقم:۲۷۸۸)

اس حدیث کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ عدم استطاعت والا شخص اگر عشرہ ذوالحجہ میں حجامت وغیرہ نہ کروائے اور دس (۱۰) ذوالحجہ کو (عیدالاضحیٰ کے دن) حجامت وغیرہ کر لے تو اسے بھی قربانی کا ثواب مل جائے گا' لیکن یہ حدیث سنداً ضعیف ہے' چنانچہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف ابوداود میں درج کیا ہے۔ اس لئے یہ حدیث قابل حجت نہیں۔ بنابریں اس سے کسی مسئلے کا اثبات بھی صحیح نہیں۔

پس عشرۂ ذوالحجہ میں حجامت وغیرہ نہ کروانے کا حکم صرف اس شخص ہی کے لئے ہے جو قربانی کرنے کی نیت رکھتا ہے یا وہ جانور خرید چکا ہے یا قربانی کی نیت سے اس نے جانور پال رکھا ہے۔

قربانی کے ضروری احکام و مسائل

قربانی سنت مؤکدہ ہے:

قربانی واجب ہے یا سنت؟ محدثین اس کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا:

«اَلْأُضْحِيَةُ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟»

"کیا قربانی واجب ہے؟"

اس کے جواب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُوْنَ» (ترمذي، الأضاحي، ح:١٥٠٦)

"آنحضرت ﷺ نے قربانی کی اور مسلمان قربانی کرتے رہے۔"

سائل کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی تو اس نے اپنا سوال دہرایا۔ آپ نے اس کے دوبارہ سوال کا پھر وہی جواب دیا۔ شیخ البانی نے اس اثر کو بھی ضعیف ترمذی میں درج کیا ہے، جس سے اس اثر کا سندی ضعف واضح ہے۔ تاہم اس اثر کے بعد امام ترمذی کا یہ قول مسئلے کی نوعیت کو واضح کر دیتا ہے۔

«والعمل على هذا عند أهل العلم أن الاضحية ليست بواجبة ولكنها سنة من سنن النبي ﷺ يستحب أن يعمل بها»

"اور اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے' البتہ یہ نبی ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے' اس لئے اس پر عمل کرنا مستحب (پسندیدہ) ہے۔"

امام ابن حزم فرماتے ہیں:

«الاضحية سنة حسنة وليسبت فرضًا، ومن تركها غير راغب عنها فلا حرج عليه في ذلك»(المحلى، مسئله نمبر: ۹۷۳)

"قربانی سنت حسنہ ہے' فرض نہیں۔ کوئی شخص اس کی شرعی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے اگر ترک کرے' تو کوئی حرج نہیں۔"

بعض آثار اور عمل صحابہ سے بھی عدم وجوب ہی کا اثبات ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بابت بیان کیا گیا کہ

«إِنَّهُمَا كَانَا لاَ يُضَحِّيَانِ عَنْ أَهْلِهِمَا مَخَافَةَ أَنْ يُرٰى ذٰلِكَ وَاجِبًا»

"وہ دونوں اپنے گھر والوں کی طرف سے اسی اندیشے کے پیش نظر قربانی

نہیں کرتے تھے کہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ لیں۔"

دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔ ابو سریحہ غفاری بیان کرتے ہیں:

«رَأَیْتُ أَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا کَانَا لاَ یُضَحِّیَانِ فِي بَعْضِ حَدِیْثِهِمْ کَرَاهِیَةَ أَنْ یُقْتَدٰي بِهِمَا» (إرواء الغلیل، نمبر: ۱۱۳۹، بحواله سنن بیهقي)

"میں نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ قربانی نہیں کرتے تھے' اس وجہ سے کہ وہ ناپسند کرتے تھے کہ اس عمل میں دوسرے لوگ بھی ان کی اقتداء کریں۔"

ایک اور صحابی حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی بابت آتا ہے۔

«إِنِّي لَأَدَعُ الأَضْحٰی وَإِنِّيْ لَمُوْسِرٌ مَخَافَةَ أَنْ یَرَی جِیْرَانِيْ أَنَّهُ حَتْمٌ عَلَيَّ» (إرواء الغلیل نمبر: ۱۱۳۹)

"میں خوش حال ہونے کے باوجود قربانی نہیں کرتا' اس ڈر سے کہ کہیں میرے پڑوسی یہ نہ سمجھ لیں کہ قربانی میرے لئے ضروری ہے۔"

ایک ضروری وضاحت:

قرآن کریم (سورۃ الحج) میں قربانی کا ذکر اور اس کے بعض مسائل کا بیان حج کے ضمن میں آیا ہے' جس سے منکرین حدیث یہ استدلال کرتے ہیں کہ قربانی کا حکم صرف حاجیوں ہی کے لئے دیگر مسلمانوں کے لئے یہ ضروری نہیں لیکن

یہ بات صحیح نہیں قربانی کرنے کا مطلق حکم بھی قرآن کریم کے دوسرے مقام پر موجود ہے۔

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ ﴾ (الکوثر ۱۰۸/ ۲)

"اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔"

اس کی تبیین و تشریح (عملی طور پر) نبی ﷺ نے اس طرح فرمائی کہ آپ خود مدینہ منورہ میں ہر سال (۱۰) ذوالحجہ کو قربانی کرتے رہے اور مسلمانوں کو بھی قربانی کی تاکید کرتے رہے' چنانچہ صحابہ بھی کرتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے قربانی کی بابت جہاں دیگر بہت سی ہدایات دیں' وہاں یہ بھی فرمایا کہ (۱۰) ذوالحجہ کو ہم سب سے پہلے (عید کی) نماز پڑھیں اور اس کے بعد جا کر جانور ذبح کریں۔ فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّى ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّهَا لَحْمٌ عَجَّلَهُ لأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ» (صحيح بخاري، العيدين، باب التبكير للعيد، ح:٩٦٨)

"سب سے پہلے جس چیز سے ہم اپنے اس دن (عید الاضحیٰ) کی ابتداء کریں گے' وہ یہ ہے کہ ہم (عید کی) نماز پڑھیں گے' پھر عید گاہ سے واپس جا کر قربانی کریں گے۔ جس نے اس طرح کیا' وہ یقیناً ہمارے طریقے کو پہنچ گیا اور جس نے (عید کی) نماز سے پہلے ہی جانور ذبح کر لیا' تو اس نے اپنے گھر

والوں کے لئے گوشت میں جلدی کی' قربانی سے اس میں کوئی چیز نہیں۔"

نبی ﷺ کے اس فرمان سے جہاں اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ قربانی نماز عید سے پہلے نہیں ہو سکتی' چاہے شہر ہو یا دیہات۔ وہاں یہ بھی واضح ہے کہ قربانی کا حکم ہر مسلمان کے لئے ہے' چاہے وہ کہیں بھی ہو۔ کیونکہ حاجی تو عیدالاضحیٰ کی نماز ہی نہیں پڑھتے' جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم غیر حاجیوں ہی کے لئے ہے۔

بنابریں قربانی کے بارے میں "اہل قرآن" یعنی منکرین حدیث کا یہ نظریہ بھی غلط ہے کہ اس کی کوئی شرعی اہمیت و حیثیت ہی نہیں۔ اسی طرح اس کے وجوب و فرضیت کے قائلین کا نقطۂ نظر بھی محل نظر ہے' بلکہ اس میں مزید افراط کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ایک گھر میں افراد خانہ کے اعتبار سے کئی کئی قربانیوں کو ضروری قرار دینا عہد رسالت و عہد صحابہ کے معمول کے خلاف ہے جس طرح کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے (جو آگے آئے گی) واضح ہے۔

عیب دار جانور' جن کی قربانی جائز نہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَرْبَعٌ لاَ تَجُوزُ فِي الأَضَاحِيْ، اَلْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيْضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ضَلْعُهَا وَالْكَسِيْرُ

الَّتِيْ لاَ تُنْقِي» (أبوداؤد، الاضاحي، باب ما يكره من الضحايا، ح: ۲۸۰۲)

"قربانی میں چار قسم کے جانور جائز نہیں۔ ① کانا (بھینگا) جانور جس کا کانا پن واضح ہو۔ ② بیمار، جس کی بیماری واضح ہو۔ ③ لنگڑا، جس کا لنگڑا پن واضح ہو۔ ④ اور نہایت لاغر جانور، جس کے اندر گودا نہ ہو۔"

بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ (آنکھ کے ساتھ ساتھ) کان بھی اچھی طرح دیکھ لئے جائیں، اس لئے کہ کان میں نقص والے جانور کی بھی قربانی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کان میں نقص کا مطلب، کان میں آگے پیچھے سے کٹا ہوا یا سوراخ والا ہونا ہے۔ اسی طرح عضباء جانور کی ممانعت ہے، اس سے مراد وہ جانور ہے جس کا کان آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ جس طرح سعید بن مسیب کی توضیح سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ (ارواء الغلیل، ۴/۳۶۱-۳۶۲)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس جانور کا کان تھوڑا سا کٹا ہوا ہو، تو ایسا جانور قربانی کے لئے جائز ہے، البتہ کان آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹا ہوا، تو ایسے جانور کی قربانی ممنوع ہے۔

۲۔ مجمع الزوائد میں طبرانی اوسط حدیث: (۳۵۷۸) کی روایت ہے جس میں دو جانوروں کی اور ممانعت ہے۔ ایک خارش والا جانور اور دوسرا وہ جانور جس کا تھن کٹا ہوا ہو۔ (مجمع الزوائد، ۴-۱۹، طبع قدیم)

قربانی کا جانور ((مُسِنّہ)) (دو دانتا) ہو:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تَذْبَحُوْا إِلاَّ مُسِنَّةً إِلاَّ أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذْعَةً مِّنَ الضَّأْنِ» (صحيح مسلم، الاضاحي، باب من الاضحية، ح: ۱۹۶۳)

"صرف دو دانتا جانور کی قربانی کرو۔ ہاں اگر وہ تم پر مشکل ہو جائے (یعنی مل نہ رہا ہو یا اس کا خریدنا تمہاری طاقت سے بالا ہو) تو بھیڑ کا جذعہ (کھیرا) کر لو۔"

اس حکم نبوی کے مطابق بکرا بکری' اونٹ اونٹنی اور گائے بیل دو دانتے ہونے ضروری ہیں۔ ہاں بھیڑ کا جذعہ (دنبا' چھترا وغیرہ) کا دو دانتا ہونا ضروری نہیں۔ جذعے کی اس کے بغیر بھی قربانی جائز ہے۔ لیکن اہل لغت اور شارحین حدیث نے صراحت کی ہے کہ جذعہ (دنبا' چھترا وغیرہ) ایک سال کا ہو' اس سے کم عمر کے دنبے چھترے کو جذعہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے دنبے چھترے کے لئے ایک سال کی شرط ضروری ہے۔

ضروری وضاحت:

خیال رہے مُسِنّہ کا مطلب بڑی عمر یا بڑی ڈیل ڈول والا جانور نہیں' جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد وہ جانور (بکرا' گائے اور اونٹ) ہیں جس کے دودھ والے اگلے دو دانت گر جائیں اور اس کی جگہ دوسرے دانت

آنے شروع ہو جائیں اور مختلف ملکوں کے اعتبار سے ان جانوروں کے دو دانتا ہونے میں سالوں کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی ملک میں گائے بکری دو سال کے بعد تیسرے سال میں دو دانت نکالتی ہے جب کہ ہمارے ملک میں بکری بالعموم دوسرے سال میں دو دانتا ہو جاتی ہے۔ اونٹ پانچ سال کے بعد چھٹے سال میں دو دانتا ہو جاتا ہے۔ اس لئے قربانی کے ان جانوروں میں سالوں اور عمروں کا اعتبار نہیں ہے' بلکہ مُسِنَّۃ (دو دانتا) ہونا ضروری ہے' وہ جب بھی ہو۔

کھالیں اپنے مصرف میں بھی لائی جا سکتی ہیں:

قتادہ بن نعمان کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَخبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ فَقَالَ... وَلاَ تَبِيْعُوْا لُحُوْمَ الْهَدْيِ وَالأَضَاحِيْ وَكُلُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَاسْتَمْتِعُوْا بِجُلُوْدِهَا وَلاَ تَبِيْعُوْهَا» (رواہ احمد، نیل الاوطار، ۵/۱۲۶)

”حرم کی قربانی اور دیگر قربانیوں کا گوشت نہ بیچو۔ اسے خود کھاؤ اور غریبوں کو کھلاؤ اور کھالیں بھی نہ بیچو' البتہ تم خود اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔“

خود فائدہ اٹھانے کا مطلب' انہیں اپنے استعمال میں لانا ہے۔ یعنی ایسا کرنا جائز ہے۔

کھالوں کے مستحق لوگ:

بصورت دیگر کھالوں کے مستحق غرباء و مساکین ہیں۔ اسی لئے مدارس دینیہ کو بھی دینا جائز ہے' کیونکہ وہاں زیر تعلیم طلباء کی اکثریت غرباء و مساکین کی

ذیل میں آتی ہے۔ علاوہ ازیں کھالیں مجاہدین کو بھی دی جا سکتی ہیں۔ تاہم اجرت کے طور پر کسی کو دینا جائز نہیں۔ جیسے دیہاتوں میں ائمہ مساجد کو اس نقطۂ نظر سے دی جاتی ہیں' اگر امام غریب ہو تو بات اور ہے۔ بصورتِ دیگر اس کو دینا محل نظر ہے۔

حاملہ جانور کی قربانی بھی جائز ہے:

حاملہ (گابھن) جانور کی قربانی بھی جائز اور صحیح ہے۔ کیوں کہ اس کی ممانعت کی کوئی صراحت نہیں ہے اس لئے بمصداق حدیث نبوی

«مَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ»(أبوداؤد، الاطعمه، باب ما لم يذكر تحريمه حديث: ٣٨٠٠)

ایسے جانور کی قربانی جائز ہو گی۔

(۲) حاملہ جانور خریدنے کے بعد قربانی سے پہلے ہی اگر وہ بچہ دے دے تو قربانی والے روز ماں اور بچہ دونوں کو ذبح کر دیا جائے تاہم یہ ایک ہی قربانی شمار ہو گی دو نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک اثر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص الحبیر (ج:۴،ص:۱۴۲، طبع جدید) میں بحوالہ سنن بیہقی نقل کیا ہے۔

(۳) گابھن (حاملہ) کی قربانی کے بعد اس کے جنین (پیٹ سے نکلنے والے بچے) کی بھی قربانی کر دے۔ زندہ نکلے تب بھی اور مردہ نکلے تب بھی' دونوں صورتوں میں حیوان مذبوح کے پیٹ سے نکلنے والا بچہ حلال ہے۔

(باجماع الصحابة كما نقله الماوردي)

دیکھئے اعلام الموقعین ج:۲، ص:۳۷۱، طبع جدید)

احناف کے نزدیک بھی گابھن جانور کی قربانی جائز ہے تاہم مکروہ ہے۔ اسی طرح بچہ زندہ نکلے تو وہ حلال ہے لیکن مردہ بچہ حلال نہیں ہے۔ (عزیز الفتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج:۱، ص:۱۹۷)

خصی ہونا عیب نہیں ہے:

خصی جانور کی قربانی بلا کراہت جائز ہے خود آنحضرت ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی تھی۔

«ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوئَيْنِ» (سنن أبي داؤد، باب ما يستحب من الضحايا ح: ۲۷۹۵، الارواء، نمبر: ۱۱۴۷)

اگر تعیین کے بعد عیب پیدا ہو جائے:

اگر جانور خریدنے کے بعد اس میں کوئی نمایاں اور واضح عیب پیدا ہو جائے۔ مثلاً نصف سے زیادہ کان کٹ گئے۔ کانا ہو گیا یا ظاہراً لنگڑا ہو گیا یا سینگ ٹوٹ گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلے میں بعض علماء مسند احمد کی ایک حدیث کے مطابق ایسے جانور کی قربانی جائز قرار دیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے قربانی کے لئے ایک دنبہ خریدا، ایک بھیڑیے نے اس پر حملہ کر کے اس کی چکی کاٹ لی۔ صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم

اسی جانور کی قربانی کر ڈالو (ضحِّ بہ) لیکن دیگر بعض علمائے محققین اس حدیث سے استدلال درست نہیں سمجھتے کیونکہ یہ روایت سنداً سخت ضعیف ہے ان میں حافظ ابن حجرؒ امام شوکانی اور امیر یمانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سبل السلام جیسے اساطین علم و فن شامل ہیں۔

بنابریں جو شخص صاحب حیثیت ہو' اس کے لئے زیادہ صحیح اور احوط طریقہ یہی ہے کہ وہ مزید کچھ رقم خرچ کر کے بے عیب جانور لے کر قربانی کرے۔ البتہ نادار آدمی' جو جانور بدلنے کی صورت میں نقصان برداشت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اس کے لئے گنجائش نکل سکتی ہے۔

فوت شدہ کی طرف سے قربانی کا حکم:

فوت شدہ لوگوں کی طرف سے قربانی کے ثبوت میں بعض ضعیف حدیثیں آتی ہیں جن سے کئی علماء میت کی طرف سے قربانی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ وہ امت کی طرف سے بھی ایک قربانی دیا کرتے تھے (مجمع الزوائد ج ۴' ص ۲۲) یا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آیا ہے کہ وہ دو (۲) جانوروں کی قربانی دیا کرتے تھے' ایک اپنی طرف سے اور ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے (ترمذی' الاضحیۃ) لیکن دوسرے بعض علماء کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے قربانی دینے کے جواز پر دلالت کرنے والی حدیثیں ضعیف

ہیں۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اگر میت کی طرف سے قربانی کی جائے تو اس کا سارا گوشت فقراء میں تقسیم کر دیا جائے خود نہ کھائے۔ (ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی' ج:۲'ص:۳۵۴)

اور بعض علماء نے نبی ﷺ کے امت کی طرف سے قربانی کرنے والی احادیث کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ عمل آپ کی خصوصیات میں سے ہے جس میں امت کے لئے آپ کی اقتداء جائز نہیں۔ (دیکھئے ارواء الغلیل'۴-۳۵۴)

قصاب کو اجرت الگ سے دی جائے:

اگر قصاب سے قربانی کرائی جائے تو قصاب کو اجرت اس قربانی سے نہ دی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

«أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ وَلاَ أُعْطِي عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا» (بخاري، الحج، باب لا يعطي الجزار من الهدى شيء، ح:١٧١٦)

"مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو میں قربانیوں پر کھڑا ہو گیا اور یہ کہ ان (کی کھال وغیرہ) سے قصاب کی اجرت نہ دوں۔"

تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی:

تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی بھی کافی ہے۔ گھر کے ہر ہر فرد کی

طرف سے الگ الگ قربانی ضروری نہیں۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

«كَانَ الرَّجُلُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ»(ابن ماجه، الاضاحي، ح: ٣١٤٧، ترمذي، ح: ١٥٠٥)

"نبی ﷺ کے زمانے میں سب گھر والوں کی طرف سے لوگ ایک ہی قربانی ذبح کرتے تھے۔"

ایک اور روایت میں ہے۔

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيْعِ أَهْلِهِ»
(رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح، مجمع الزوائد ٤/ ٢١)

"نبی ﷺ ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔"

ان احادیث کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ایک بکری کی قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے وہ چاہے کتنے ہی ہوں۔

قربانی کا گوشت خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے

قربانی کا گوشت خود کتنا کھائے اور کتنا تقسیم کرے۔ اس کی کوئی حد کسی نص صریح سے ثابت نہیں۔ البتہ بعض علماء نے قرآن کی اس آیت

﴿ فَكُلُوا۟ مِنْهَا وَأَطْعِمُوا۟ ٱلْقَانِعَ وَٱلْمُعْتَرَّ ﴾ (الحج ٢٢/ ٣٦)

"قربانی کے گوشت سے خود بھی کھاؤ۔ خود دار محتاج اور سوالی کو بھی

کھلاؤ۔"

کے تحت لکھا ہے کہ گوشت کے تین حصے کر لیے جائیں' ایک اپنے لئے' دوسرا احباب و متعلقین کے لئے اور تیسرا فقراء و مساکین کے لئے۔

«وقد احتج بهذه الآية الكريمة من ذهب من العلماء إلى أن الاضحية تجزأ ثلاثة اجزاء فَثُلُثٌ لصاحبها ياكله وثُلُثٌ يهديه لاصحابه وثُلُثٌ يتصدق به على الفقراء»

(تفسير ابن كثير ٣/ ٢٢٣)

غیر مسلم کو بھی قربانی کا گوشت دیا جا سکتا ہے:

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دیا جا سکتا ہے کیونکہ قرآن مجید کا یہ حکم:

﴿فَكُلُوا۟ مِنْهَا وَأَطْعِمُوا۟ ٱلْقَانِعَ وَٱلْمُعْتَرَّ﴾ (الحج ٢٢/ ٣٦)

"سوالی اور غیر سوالی دونوں کو قربانی کے گوشت سے کھلاؤ۔"

عام ہے جس میں غیر مسلم بھی شامل ہیں۔

قربانی کتنے دن تک جائز ہے:

قربانی کرنی اگرچہ یوم النحر یعنی بقر عید والے دن سب سے بہتر ہے لیکن اس کے بعد بھی قربانی کرنی جائز ہے۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ قربانی کتنے دن تک جائز ہے؟ حدیث کی رو سے (بقر عید یعنی ۱۰ ذوالحجہ) کے بعد تین دن (۱۱' ۱۲' ۱۳ ذوالحجہ) تک ہو سکتی ہے کیونکہ عید کے دن کو اصطلاح شرعی میں یوم النحر اور

اس کے بعد کے تین دنوں ۱۱، ۱۲، ۱۳ کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔ اور ان چاروں دنوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ﴾ (البقرۃ:۲/۲۰۳)

تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

«الایام المعدودات ایام التشریق وھي أربعة ایام یوم النحر وثلاثة بعده»

"«الایام المعدودات» (گنتی کے چند دن) سے مراد ایام تشریق یعنی یوم النحر (بقر عید کا دن) پھر تین دن اس کے بعد ہیں" یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ۔

اور فقہ حنفی کی مشہور اور متداول کتاب "ہدایہ" میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ایام تشریق تین دن ہیں، ۱۱، ۱۲، ۱۳ (ملاحظہ ہو، کتاب الاضحیۃ ص:۴۳۰، آخرین، طبع لکھنؤ) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایام معدودات کی یہی تفسیر نقل فرمائی ہے (ص ۵۷۰، مطبوعہ لاہور ۱۳۰۹ھ) پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ «یَوْمُ النَّحْرِ» "قربانی کے دن، ۱۰ ذوالحجہ" کے علاوہ ایام تشریق تین دن ہیں یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ جن میں ذکر الٰہی بالخصوص فرض نمازوں کے بعد اور دیگر اوقات میں تکبیرات کہی جاتی ہیں، تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایام تشریق قربانی کے دن بھی ہیں جن میں قربانی کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ»(رواه احمد وابن حبان في صحيحه تفسير ابن كثير، تفسير سورة الحج، ونصب الراية ٣/٦١، ٤/٢١٢، سنن دارقطني ٤/٢٨٤، طبع جديد، السنن الكبرى، للبيهقي ٩/٤٩٨، طبع جديد وصحيح ابن حبان ٩/١٦٦، ح:٣٨٥٤، به تحقيق شعيب الارنؤوط)

"سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں"

تفسیر ابن کثیر میں ہے، اسی کے قائل امام شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ سورۂ بقرہ اور سورۂ حج کی تفسیر میں ہے کہ: "امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ مسلک راجح ہے کہ قربانی کا وقت ۱۰ ذوالحجہ سے ایام تشریق کے آخری دن (۱۳ ذوالحجہ) تک ہے۔" بعض حضرات نے حدیث مذکور کہ "ایام تشریق ذبح کے دن ہیں" کو منقطع قرار دیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے بعض طرق موصول بھی ہیں۔ بنابریں محدثین کے ایک گروہ کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔ اسی لیے شیخ البانی نے اسے صحیح الجامع الصغیر (رقم ۴۵۳۷) میں درج کیا ہے، "الجامع الصغیر" کے شارح علامہ مناوی نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے (فیض القدیر، ج:۵، ص:۲۷) حافظ ہیثمی نے بھی اس کے تمام رجال کو ثقہ قرار دیا۔ (مجمع الزوائد، ج:۳، ص:۲۵۱) صاحب الفتح الربانی نے اس کے انقطاع کی تردید اور اس کی صحت کی توثیق کی

ہے (الفتح الربانی' ج ۱۳ ص ۹۴) شیخ البانی نے الصحیحہ میں اس کے تمام طرق پر بحث کر کے اس کو دیگر شواہد کی بناپر قابل حجت گردانا ہے الصحیحہ ' ج:۵' ص:۶۱۷) زاد المعاد کے محقق نے اپنی تعلیق میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (زادالمعاد' بہ تحقیق شعیب الارناوط' ج:۲' ص:۳۱۸' مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: کتاب الام' للامام الشافعی' ج:۲' ص:۲۲۶' طبع مصر ۱۹۷۳ء' نیل الاوطار' ج:۵' ص:۲۱۶' موارد الظمآن فی زوائد ابن حبان' ص:۲۴۹)

قربانی کے جانوروں کی تفصیل:

الدکتور وہبۃ الزحیلی (شامی) لکھتے ہیں:

«والذي يضحى به باجماع المسلمين الازواج الثمانية، وهي الضأن والمعز والابل والبقر، والاخيران يجزیء الواحد منهما عن سبعة» (التفسير المنير ۲۳/ ۱۲۷)

"جو جانور قربانی میں ذبح کیے جاتے ہیں' وہ باجماع مسلمین آٹھ ہیں۔ بکرا بکری' بھیڑ (نر اور مادہ) اونٹ (نر اور مادہ) اور گائے' بیل اور اونٹ اور گائے یہ دونوں آخری جانور سات سات افراد کی طرف سے قربانی میں کیے جاسکتے ہیں۔"

بھینس کی قربانی کا حکم:

مذکورہ جانوروں میں بھینس کا ذکر نہیں ہے' کیونکہ عرب بالخصوص حجاز (مکہ و

مدینہ) میں بھینس کا وجود نہیں اس لئے بھینس کے بارے میں بالخصوص قرآن و حدیث میں کوئی صراحت نہیں ہے۔ غیر عرب علاقوں میں بھینس پائی جاتی ہے تاہم بعض علمائے لغت نے اسے گائے ہی کی ایک قسم قرار دیا ہے۔

جیسا کہ (حیواۃ الحیوان' ج:۱' ص:۱۸۲۔ لسان العرب' ج:۶' ص:۴۳۔ المغرب فی ترتیب المعرب اور مصباح المنیر' ج:۱' ص:۱۳۴) وغیرہ میں ہے۔ اسی طرح محدثین نے بھینس کو حکم زکوۃ میں گائے کے حکم میں رکھا ہے یعنی گائے میں زکوۃ کا جو حساب ہو گا۔ اسی حساب سے بھینسوں میں سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔

احناف نے (غالباً) اسی مشابہت حکم زکوۃ کی بنا پر اسے حکم قربانی میں بھی گائے کے حکم پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

"وَيَدْخُلُ فِي الْبَقَرِ الْجَامُوْسُ لِأَنَّهُ مِنْ جِنْسِهِ" (هداية، كتاب الاضحية، ۲/ ۴۳۳)

"قربانی میں بھینس گائے کا حکم رکھتی ہے کیونکہ یہ اس کی جنس سے ہے۔"

علمائے اہل حدیث اس بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ بھینس کی قربانی کے قائل ہیں۔ (ملاحظہ ہو فتاوی ثنائیہ' ج:۱' ص:۵۲۰)

مولانا عبدالقادر عارف حصاری رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث کے ایک محقق عالم

تھے ان کا بھی ایک فتویٰ کئی سال قبل (الاعتصام' ۸ نومبر ۱۹۷۴ء) میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے بھینس کی قربانی کے جواز میں دلائل مہیا فرمائے تھے۔

لیکن دوسری طرف بعض علمائے اہل حدیث بربنائے احتیاط بھینس کی قربانی کے جواز کے قائل نہیں جیسا کہ مولانا حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے چنانچہ وہ اس سوال کے جواب میں کہ کیا بھینسے (کٹے) کی قربانی جائز ہے' یا نہیں؟ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید پارہ: ۸' رکوع: ۴ میں بهيمة الانعام کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ دنبہ' بکری' اونٹ' گائے۔ بھینس ان چار میں نہیں۔ اور قربانی کے متعلق حکم ہے۔ بہیمۃ الانعام سے ہو۔ اس بناء پر بھینس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں زکوٰۃ کے مسئلے میں بھینس کا حکم گائے والا ہے.... یاد رہے کہ بعض مسائل احتیاط کے لحاظ سے دو جہتوں والے ہوتے ہیں اور عمل احتیاط پر کرنا پڑتا ہے..... ایسا ہی بھینس کا معاملہ ہے اس میں بھی دونوں جہتوں پر عمل ہو گا۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں احتیاط ہے اور قربانی نہ کرنے میں احتیاط ہے۔ اس بنا پر بھینسے کی قربانی جائز نہیں اور بعض نے جو یہ لکھا ہے کہ:

(اَلْجَامُوْسُ نَوْعٌ مِنَ الْبَقَرِ)

یعنی "بھینس گائے کی قسم ہے۔"

یہ بھی اسی زکوٰۃ کے لحاظ سے صحیح ہو سکتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ بھینس دوسری

جنس سے ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث، ج:۲، ص:۴۲۶، ۴۶۷)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ علمائے اہل حدیث میں دونوں رائیں پائی جاتی ہیں اس لئے اس مسئلے میں تشدد اختیار کرنا صحیح نہیں ہے اگر کوئی شخص برنائے احتیاط بھینس کی قربانی کے جواز کا قائل نہ ہو تو اسے یہ رائے رکھنے اور اس پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اگر کوئی شخص دیگر علماء کی رائے کے مطابق بھینس کی قربانی کرتا ہے، تو قابل ملامت وہ بھی نہیں۔ جواز کی گنجائش بہرحال موجود ہے کیونکہ بہت سے علمائے لغت نے اسے گائے ہی کی جنس سے قرار دیا ہے۔ مولانا عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ صاحب مرعاۃ المفاتیح نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (مرعاۃ، ج:۲، ص:۳۵۴ طبع اول)

ذبح کرنے کی دعا:

«بِسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرْ»(صحيح بخاري، باب التكبير عند الذبح، حديث ٥٥٦٥، مسلم، باب استحسان الضحيه ... حديث: ١٩٦٦)

کہہ کر ذبح کرے۔

دیگر ضروری باتیں

- عیدالاضحیٰ کی نماز' بہ نسبت عیدالفطر کی نماز کے' جلد پڑھ لینی چاہئے۔
- عیدالاضحیٰ میں بہتر ہے کہ آدمی کچھ کھائے بغیر نماز کے لئے جائے اور آکر' اگر ہو سکے تو اپنی قربانی کا گوشت کھائے۔ ورنہ کچھ بھی کھالے۔
- لباس اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق عمدہ اور صاف ستھرا پہنے' خوشبو اور تیل بھی استعمال کرے۔
- عیدین میں نماز عید کے بعد معانقہ کرنے کی جو رسم ہے' یہ ایک عام رواج ہے مسنون طریقہ نہیں' مسنون طریقہ صرف سلام و مصافحہ ہے۔ تاہم یہ قومی رواج ایسا ہے جس میں شریعت کی کوئی خلاف ورزی کا پہلو نہیں۔ اس لئے قومی رواج کے طور پر معانقہ (بغل گیر ہو کر ملنے) میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عید کے موقعے پر ایک دوسرے سے ملاقات پر یہ کہا کرتے تھے: ((تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ)) (فتح الباری' العیدین' باب سنة العیدین لاهل الاسلام' ۲/۵۷۵' طبع دارالسلام) "اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا عمل قبول فرمائے۔" اس لئے عید کی ملاقات میں یہ الفاظ پڑھ لیے جائیں۔
- قربانی رات کو بھی کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث' جو ممانعت کی

بابت آتی ہے' وہ سخت ضعیف ہے' اس لئے قابل استدلال نہیں۔ (نیل الاوطار' ۵۔ ۱۴۳)

- عورتیں نماز عید میں بھی حاضر ہوں اور تکبیریں بھی پڑھیں۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یوم النحر کو تکبیریں پڑھتی تھیں اور دیگر عورتیں بھی۔ (صحیح بخاری' العیدین' باب ۲' حدیث نمبر۹۷۱) تاہم عورتیں تکبیرات اس طرح پڑھیں کہ ان کی آواز مردوں تک نہ پہنچے۔
- جو عورتیں ایام ماہواری میں ہوں' وہ بھی عید گاہ میں حاضر ہوں اور ایک طرف بیٹھ کر تکبیرات پڑھیں اور مسلمانوں کی دعاء میں شریک ہوں اور نابالغ بچیاں بھی عید کی نماز میں شریک ہوں۔ (حوالہ مذکور)
- عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ باپردہ' سادہ لباس میں' بغیر خوشبو لگائے عید گاہ میں جائیں۔
- عورتوں کا بے پردہ ہو کر اور سولہ سنگھار کر کے عید یا جمعہ کی نماز کے لئے جانا' ثواب کی بجائے گناہ کا کام ہے' جو عورتیں پردے کے احکام ماننے کے لئے تیار نہیں' ان کا نماز عید یا نماز جمعہ میں شریک ہونے کا کیا مطلب؟ اصل چیز تو احکام شریعت کی پابندی ہے نہ کہ دکھلاوے یا رسم کے طور پر بعض نمازوں میں حاضری۔
- نماز عید کے لئے آتے جاتے راستہ تبدیل کر لیا جائے۔
- نماز عید' مسجد کی بجائے' کھلے میدان میں مسنون ہے۔ اس کے لئے نہ

اذان کی ضرورت ہے نہ اقامت کی۔

- نماز عید میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ قراءت سے پہلے بارہ تکبیریں ہیں (پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ)
- نماز عید کی پہلی رکعت میں سورۂ قٓ اور دوسری میں سورۃ القمر یا پہلی میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔
- پہلے نماز عید ادا کی جائے اور خطبہ بعد میں دیا جائے اور اس میں دعا کا بھی اہتمام کیا جائے۔
- جو شخص عید کی جماعت میں شریک ہونے سے رہ جائے' تو وہ اپنے طور پر دو رکعت' عید گاہ یا گھر میں' پڑھ لے۔ اگرچہ بعض آثار صحابہ میں ایسے شخص کے لئے چار رکعت پڑھنے کا حکم ہے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے دو ہی رکعت کو ترجیح دی ہے۔ (صحیح بخاری' العیدین' باب اذا فاته العید یُصلی رکعتین) یہی رائے راجح معلوم ہوتی ہے۔
- عید کا خطبہ بھی ضرور سننا چاہئے۔ جو لوگ صرف نماز پڑھ کر بھاگنے کی کرتے ہیں' وہ مسلمانوں کی اس اجتماعی دعاء کے شرف سے محروم رہتے ہیں جس میں شمولیت کی حضور نے بڑی تاکید فرمائی ہے' یہاں تک کہ حائضہ عورتوں کو بھی اسی نقطہ، نظر سے عیدگاہ میں جانے کا آپ نے حکم فرمایا تھا۔ تاہم خطیب کو بھی چاہئے کہ وہ خطبہ مختصر دے۔ نبی ﷺ نے بھی مختصر خطبے کو خطیب کی سمجھ داری کی دلیل بتلایا ہے۔

🟊 ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اس کی بابت علماء میں اختلاف ہے۔ قائلین رفع الیدین ایک حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں جو وائل بن حجر حضرمی سے مروی ہے۔ جس میں ہے کہ نبی ﷺ ہر تکبیر میں رفع الیدین کرتے تھے۔ (مسند احمد' ۳۱۶/۴- نیز دیکھئے ارواء الغلیل' ۱۱۳/۳) جب کہ دوسرے علماء' جو عیدین کی تکبیرات میں رفع الیدین کے قائل نہیں' وہ کہتے ہیں کہ اس کی بابت کوئی خصوصی نص نہیں۔ ہمارے نزدیک کسی بھی مسلک پر عمل کرنا جائز ہے' تاہم پہلی رائے راجح ہے۔

🟊 عید اگر جمعے کے دن ہو' تو لوگ اسے (نعوذ باللہ) نحوست کا باعث سمجھتے ہیں' حالانکہ یہ ((قِرَانُ السَّعْدَیْنِ)) "دو سعادتوں کا جمع ہو جانا" ہے۔ جمعہ بھی مسلمانوں کی (ہفتہ واری) عید کا دن ہے۔ دو عیدوں کا جمع ہو جانا مزید سعادت کا باعث ہے نہ کہ نحوست کا۔ البتہ ایسے موقعے پر یہ رخصت ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے اجتماع و خطبہ میں حاضر نہ ہو سکے تو گناہ نہیں ہو گا' تاہم اس کے لئے نماز ظہر کی ادائیگی ضروری ہے۔ علاوہ ازیں امام و خطیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ جمعہ کے خطبے اور نماز کا اہتمام کرے' تاکہ جو جمعہ پڑھنا چاہیں' وہ جمعہ پڑھ لیں۔

عید الاضحیٰ اسلامی شعائر میں عید الفطر کی طرح ایک عظیم تہوار ہے' جو ہمیں سنت ابراہیمی کے عظیم الشان عدیم النظیر اور فقید المثال تاریخی واقعے کی یاد دلاتا ہے۔ اس میں ایک طرف خلیل اللہ کے محبت الٰہی میں قربانی کے تقاضوں کا علم ہوتا ہے تو دوسری جانب ذبیح اللہ کے والدین کی فرمانبرداری میں ایثار وقربانی کا بے مثال سبق ملتا ہے۔ سنت ابراہیمی کے اس تاریخ ساز عمل کو حضور ختمی مرتبت ﷺ نے سنت مؤکدہ کے ذریعے اپنی امت کے لیے دائمی رضائے الٰہی کا ذریعہ بنایا جس کے باعث آج کروڑوں فرزندان توحید ہر سال قربانی کے ذریعے اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ راہ حق میں اگر مال کی طرح جان بھی دینا پڑے تو اسوۂ ابراہیمی کی پیروی میں دریغ نہ کریں گے۔

فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف نے سنت ابراہیمی کے اس روح پرور واقعے کو اپنے محققانہ قلم کے ذریعے زیب قرطاس کیا ہے جس سے گلستان ابراہیمی کے گل نو دمیدہ ذبیح اللہ کا یہ ایمان افروز عمل ذہنوں میں تازگی اور دلوں میں ولولہ بیدار کرتا ہے۔ ان کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب عالم کے برعکس اپنے تہواروں میں کیسی متانت' مقصدیت اور ارفعیت رکھتا ہے۔ فاضل مصنف نے ان تاریخی وقائع کے ضمن میں عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت' عرفے کے روزے کا اجر' تکبیرات کی اہمیت' مسائل قربانی اور عید الاضحیٰ کی ادائیگی جیسے امور کے مسنون طریق کا محققانہ ذکر کیا ہے۔ اپنے انہی اوصاف کے باعث یہ تحریر مختصر ہونے کے باوجود جامعیت کی حامل ہے۔ عید الاضحیٰ کی مناسبت سے درپیش تمام مسائل کا بخوبی احاطہ کیا گیا ہے جس کے مطالعے سے قارئین اپنے اس عمل کو بارگاہ الٰہی میں مقبول ٹھہرانے کا شعور حاصل کریں گے۔ اس کتابچے کی طباعت میں جس فنی ذوق کا اظہار ہوا ہے وہ دارالسلام کی طباعتی روایات کا امین ہے۔

دارالسلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز